عورتوں کا نمازِ باجماعت پڑھنے کے لیے مسجد آنا: ایک فقہی تحقیق وتجزیہ

Coming to the mosque for women to offer congregational Prayers: A Jurisprudential research and analysis

محمد اسماعل[1] ڈاکٹر شبانہ قاضی[2]

ABSTRACT

Prayer is a basic form of worship in Islam that is performed in two ways, first individually and the other collectively in Jamat. In early Islam, when Islam was in its infancy, women were allowed to attend congregational prayers under certain basic conditions. But the blessed intention of the Prophet (Peace and blessings of Allah be upon him) was that women should offer prayers at home and encourage him to do so. When fitna began to take place during caliphate of Hazrat Umar Farooq (May Allah be pleased with him), he banned women from entering mosques with the consensus of the companions. Authoritative scholars from the time of Farooqi to the present day agree that it is haraam, makrooh and unlawful for women to go to mosques for prayers. and encouraging women to come to mosques and offer prayers in time of turmoil and turmoil is nothing but misguidance.

Keywords: Prayer, worship, Jama'at, women, Masjid.

عورت کے بارے میں اسلام کا اصل حکم یہی ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے اور بلا ضرورت شدیدہ شرعیہ اس سے نہ نکلے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَقَرۡنَ فِيۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى.[1]

ترجمہ: اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں، دورِ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نہ پھریں۔

"جاہلیت اولیٰ" سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے جس میں عورتیں بلا پردہ گھروں سے نکلا کرتی تھیں اور اپنا سر، سینہ کھولے ہوئے بلا جھجک مردوں کے پاس سے گزرا کرتی تھیں، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے: "زمانہ جاہلیت میں عورتیں ان چیزوں (مظاہر زینت) کا اظہار کرتی تھیں جن کا اظہار قبیح ہے اور مجاہدؒ فرماتے ہیں: عورتیں بلا جھجک مردوں کے پاس سے گزرتی تھیں، تبرج سے یہی نکلنا مراد ہے"۔[2]

حدیث شریف میں ہے :

المرأة عورة ، فاذا خرجت ، استشرفها الشيطان ، اقرب ما تكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها''۔[3]

ترجمہ: عورت چھپانے کی چیز ہے، وہ جب اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے (یعنی: اس کو مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے) اور عورت اپنے گھر کے سب سے اندرونی حصے میں ہی اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتی ہے۔

[1]M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.
Email: qambermalik233@gmail.com
[2]Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.

ابتداءِ اسلام میں عورتوں کا نمازوں کے لیے نکلنے کی وجوہات:

ابتداء اسلام میں چونکہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی مستقل انتظام نہیں تھا، ادھر نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا، نئے احکام نازل ہو رہے تھے اور وہ دور امن وامان اور خیر القرون کا دور تھا جس کی خیریت کی شہادت آپ ﷺ نے دی ہے۔ اس لیے عورتوں کو مسجد جانے کے لیے مشروط اجازت دیدی گئی۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: " لا تمنعوا اماء الله مساجد الله " یہ اور اس باب کی دوسری احادیث اس بات میں ظاہر ہیں کہ ان کو مطلقاً جانے سے منع نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ اجازت چند شروط کے ساتھ مقید ہے جن کو علماء نے ذکر کیا ہے جو خود احادیث سے ثابت ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں کہ خوشبو لگا کر بن ٹھن کر نہ نکلے، آواز والی پازیب اور عمدہ لباس نہ پہنے، مردوں کے ساتھ اختلاط لازم نہ آئے، جوان یا ایسی عورت نہ ہو جس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا امکان ہو اور راستہ میں بھی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔[4]

علامہ ابن الھمامؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: "احادیث مبارکہ میں اس بات کی صراحت اگرچہ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی بندیوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو" اور وہ حدیث بھی جس میں آپ ﷺ فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے"۔ علمائے کرام نے اس اجازت کو کچھ شرائط کے ساتھ مختص و مقید کیا ہے جن میں سے کچھ تو منصوص ہیں اور کچھ مستنبط۔ پہلی قسم کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ عشاء کو مسجد نہ آئے دوسری قسم یہ ہے کہ اچھے کپڑے نہ پہنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط لازم نہ آئے۔ کیونکہ خوشبو باعثِ فتنہ ہے۔ لیکن جب یہ شرائط منصوصہ و مستنبطہ مفقود ہوئیں تو سب کو منع کیا گیا کیونکہ عورتیں باہر نکلنے کے وقت جو تکلفات اختیار کرتی ہیں، وہ گھر میں عموماً نہیں کرتی ہیں"۔[5]

عہدِ رسالت میں مساجد جانے کی شرائط

جب یہ معلوم ہوا کہ عہدِ نبوت میں عورتوں کا مساجد میں چند شرائط کے ساتھ مقید تھا تو اَب یہ معلوم کرنا ہے کہ کن کن شرائط کے ساتھ عورتوں کا آنا مقید تھا۔ ذخیرہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو عہدِ رسالت میں مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ نماز کے لیے مسجد آنے کی اجازت تھی.

1۔ خوشبو لگا کر نہ آئیں:

عورتوں کو عہدِ رسالت میں مساجد آنے کے پہلی شرط یہ تھی کہ وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں، میلی کچیلی ہو کر آئیں، حدیث میں ہے:

اذا شهدت احداكن المسجد ، فلاتمس طيباً۔[6]

ترجمہ: (اے عورتوں!) جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو کسی قسم کے خوشبو نہ لگائے.

خوشبو کے حکم میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو خواہشات نفسانی کو ابھارتی ہیں، چنانچہ عون المعبود میں ہے :

ويلحق بالطيب ما في معناه من المحركات لداعي الشهوة كحسن الملبس والتحلي الذى يظهر اثره والزينة الفاخرة۔[7]

ترجمہ: خوشبو کے حکم میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو خواہشات نفسانی کو تحریک دلانے والی ہیں، جیسے: عمدہ لباس، اور وہ زیور

جس کے آثار ظاہر ہوں اور پُر تکلف زینت۔

2۔بن سنور کر نہ آئیں:

دوسری شرط یہ تھی کہ عورتیں بن سنور کر مسجد نہ آئیں، بلکہ معمول کے کپڑوں میں آئیں، چنانچہ ارشاد گرامی ہے :

یا ایھا الناس! انھوا نسائ کم عن لبس الزینة و التبختر فی المسجد، فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نسائ ھم الزینة وتبخترن فی المساجد۔[8]

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنی عورتوں کو مسجد میں زینت اختیار کرنے اور نازوانداز سے چلنے سے روکو، کیونکہ بنی اسرائیل پر تب لعنت کی گئی جب ان کی عورتوں نے زیب وزینت کا لباس پہنا شروع کیا اور مساجد میں نازونخرے سے چلنے لگیں۔

3۔راستہ کے بیچوں بیچ نہ چلیں:

مسجد میں آنے والی عورتوں سے کہا گیا تھا کہ جب وہ مسجد آنا چاہیں تو راستہ کے بیچوں بیچ نہ چلیں، بلکہ راستہ کے کنارے چلیں، چنانچہ اس بارے میں حدیث شریف میں ہے:

استأخرن ، لیس لکن ان تحققن الطریق ۔ علیکن بحافات الطریق۔ فکانت المرأة تلصق بالجدار حتیٰ ان ثوبھا لیتعلق بالجدار۔

ترجمہ: پیچھے ہٹو، (اے عورتوں!) تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم راستہ کے درمیان چلو، راستہ کے کناروں پر چلا کرو (راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد) عورتیں دیوار سے لگ کر چلا کرتی تھیں حتیٰ کہ ان کے کپڑے دیوار میں اٹکنے لگتے تھے۔

4۔رات میں آئیں، دن میں نہیں:

مسجد میں عورتوں کے آنے سے متعلق ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ رات کو آئیں، دن کو نہ آئیں، چنانچہ حدیث میں ہے:

اذا استأذنکم نسائ کم باللیل الی المسجد ،فأذنوا لھن۔[10]

ترجمہ: جب تم مردوں سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت دیدو۔

5۔باحجاب ہو کر آئیں:

اگر کوئی عورت مسجد آنا چاہتی تو اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ باحجاب ہو کر آئے، بے پردہ ہو کر نہ آئے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے :

یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ مِن جَلَابِیْبِہِنَّ ذَلِكَ أَدْنَی أَن یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِیْماً[11]

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور تمام مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر چادریں تھوڑی سی لٹکا بھی لیا کریں۔

یعنی بدن و جسم کے ڈھانپنے کے بعد اپنے چہروں پر بھی چادر ڈال لیا کریں، چنانچہ بخاری کی روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

کن نسائ المؤمنات یشھدن مع رسول اللہ صلاة الفجر متلفعات بمروطھن ثم ینقلبن الی بیوتھن حین یقضین الصلاة

لا یعرفھن احد من الغلس۔[12]

ترجمہ: عورتیں جب صبح کی نماز پڑھ کر واپس جاتی تھیں تو چادروں میں اس طرح لپٹی ہوئی ہوتی تھیں کہ تاریکی میں پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

6۔ عورتوں کی صف سب سے آخر میں ہو:

اس شرط کے بارے میں مسلم شریف میں ہے:

خیر صفوف النساء آخرھا و شرھا أولھا۔[13]

ترجمہ: عورتوں کی سب سے اچھی صف آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی صف ہے۔

7۔ عورتیں مسجد سے پہلے نکلیں اور مرد بعد میں :

اس شرط کے بارے میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے:

ان النساء فی عھد رسول الله کن ازا سلمن من المکتوبة ،قمن وثبت رسول الله ،ومن صلی من الرجال ماشائ الله ،فاذا قام رسول الله ،قام الرجال۔[14]

ترجمہ: رسول اللہ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتے ہی اٹھ کر چلی جاتی تھیں اور آنحضرت اور دوسرے مرد بیٹھے رہتے تھے پھر جب رسول اللہ اٹھتے تو مرد بھی اٹھ جاتے"۔

8۔ کسی بھی مرحلہ میں مردوں کے ساتھ اختلاط لازم نہ آئے :

اس شرط کے بارے میں ابو داوٗد میں ہے:

عن ابی اسید رضی الله عنه انه سمع رسول الله یقول : وھو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق ،فقال : استأخرون فانه لیس لکن ان تحققن الطریق ۔[15]

ترجمہ: ابو اسیدؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد سے نکل رہا تھا کہ نکلتے وقت مرد اور عورتیں خلط ملط ہو گئے تو رسول اللہ نے عورتوں سے فرمایا کہ "ٹھہر جاؤ۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم راستہ کے درمیان میں چلو"۔

9۔ عورتیں سجدہ میں مردوں سے پہلے سر نہ اٹھائیں:

عورتوں کے لیے جماعت میں حاضر ہونے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ سجدہ میں اس وقت تک سر نہ اٹھائیں کہ جب تک مرد سر نہ اٹھائیں، چنانچہ حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں:

لقد رأیت الرجال عاقدی أزرھم فی أعناقھم مثل الصبیان من ضیق الأزر خلف النبی فقال قائل : یا معشر النساء : "لا ترفعن رؤسکن حتیٰ یرفع الرجال۔[16]

ترجمہ: میں نے لوگوں کو آنحضرت کے پیچھے اس حالت میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے تہہ بند کی گرہ گلے میں باندھ رکھی تھی کیونکہ تہہ بند چوڑائی میں زیادہ نہیں تھے تو کسی نے یہ اعلان کیا کہ اے خواتین:"تم سجدہ سے اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک کہ مرد

سجدہ سے نہ اٹھ جائیں۔

خروج النساء للصلوٰۃ کی اجازت رخصت تھی:

یہ ذہن نشین رہے کہ خروج النساء للصلوٰۃ والا حکم محض اباحت اور رخصت کے درجہ میں تھا۔اس رخصت واباحت کے باوجود آپ کا ارشاد و تعلیم، منشأاور رضامندی ان کے لیے یہی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھیں اور آنحضرت اسی کی ترغیب دیتے تھے اور فضیلت بیان فرماتے تھے، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”ان لیجیے کہ یہاں ایک راز ہے اور وہ یہ کہ میں شریعت مطہرہ میں کسی ایسی بات سے آگاہ نہیں ہوں جو عورتوں کو نمازِ جمعہ میں شرکت کی ترغیب دیتی ہو بلکہ سنن ابی داوٗد میں وہ روایت ہے جو عورتوں کی نماز میں شرکت کرنے کی مخالف ہے۔ابن مسعودؓ سے مرفوعاًمروی ہے کہ آپ نے فرمایا:صلاۃ المرأۃ فی بیتھا......یعنی عورت کی نماز اپنے گھر ہی میں بہتر ہے“ ...... یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کی مرضی ومنشأ یہی ہے کہ عورتیں نماز کے لیے مساجد نہ آئیں...... لھذا یہ اجازت صرف اباحت کے درجہ میں تھی، لیکن اس میں آپ کی رضامندی شامل نہیں تھی، جیسا کہ مقتدین کے لیے اباحت فاتحہ والا حکم......“[17]

عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے :

عورتوں کے اپنے گھروں میں نمازِ پڑھنے کی فضیلت پر دلالت کرنے والی احادیث زیادہ ہیں، جن میں سے چند ایک یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ام سلمہؓ سے مروی ہے:

خیر مساجد النساء قعر بیوتھن۔[18]”عورتوں کے لیے بہترین مسجد ان کی کوٹھڑیوں کا اندورنی حصہ ہے“۔

ایک اور حدیث ہے:

صلاۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلاتھا فی حجرتھا ، وصلاتھا فی حجرتھا خیر من صلاتھا فی دارھا ، وصلاتھا فی دارھا خیر من صلاتھا فی خارج۔[19]

ترجمہ: عورت کی نماز جو اندورنی کمرہ میں ہو، وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے، اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز گھر سے باہر کی نماز سے بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ کا منشاء:

ان احادیث مبارکہ سے صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے یہی سمجھا کہ آپ ﷺ عورتوں کے مسجد میں آنے کو پسند نہیں فرماتے ہیں، چنانچہ ام حمید ساعدیہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ” مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، مگر یاد رکھو !تمہارا اپنے گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور احاطے میں نماز پڑھنا اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد (مسجدِ نبوی) میں (میرے ساتھ) نماز پڑھنے سے بہتر ہے“۔راوی فرماتے ہیں کہ حضرت ام حمیدؓ نے یہ ارشاد سن کر اپنے گھر کے لوگوں کو حکم دیا کہ گھر کے سب سے دور اور تاریک ترین کونے میں

ان کے لیے نماز کی جگہ بنادی جائے، چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق جگہ بنادی گئی۔ وہ اسی جگہ نماز پڑھا کرتی تھیں یہاں تک اللہ سے جاملیں۔[20]

ان احادیث میں عورتوں کے مساجد میں آنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا منشائے مبارک بھی معلوم ہو جاتا ہے اور حضرت صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذوقِ اطاعت بھی۔ نیز یہ بھی کہ عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا محض رخصت واباحت تھا، کوئی تاکیدی ولازمی امر نہ تھا۔ اسکی مزید توضیح درج ذیل حدیث سے ہو جاتی ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لو لا ما في البيوت من النساء والذرية لأقمت الصلاة ، صلاة العشاء ، وامرت فتياني يحرقون ما في البيوت بالنار۔[21]

ترجمہ: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نمازِ عشاء قائم کرتا اور اپنے نوجوانوں کو حکم کرتا کہ (جو لوگ بلاعذر جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، ان کے) گھروں میں آگ لگادیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی سزا اُن لوگوں کے لیے تجویز فرمانا چاہتے تھے جن کے لیے جماعت میں حاضر ہونا ضروری تھا اور وہ اس کے باوجود حاضر نہ ہوتے، مگر عورتوں اور بچوں کا گھر میں ہونا گھروں کو جلا دینے کی سزا کی تکمیل سے مانع ہوا۔ عورتوں کا اس حدیث میں ذکر فرمانا اس کی دلیل ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے کی مکلف نہ تھیں اور جماعت ان کے حق میں موکد نہیں تھی۔

کیا اباحت ورخصت والا حکم اب تک ہے یا نہیں؟

جب یہ معلوم ہوا کہ عہدِ نبوت میں عورتوں کو نماز میں شرکت کی مشروط اجازت بدرجہ اباحت تھی۔ اس اباحت ورخصت کے باوجود آپ ﷺ نے عورتوں کے لیے اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کو زیادہ باعثِ فضیلت قرار دیا اور باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں ستائیس نمازوں کا ثواب، مسجدِ نبوی میں ادا کرنے پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب اور حضور اقدس ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی عظیم سعادت کے باوجود عورت کے لیے اس کے گھر کی اندرونی کوٹھڑی کی نماز کو مسجد میں باجماعت پڑھنے کے مقابلہ میں بہتر قرار دیا تواَب سوال یہ ہے کہ یہ رخصت والا حکم اب تک باقی ہے یا منسوخ ہے؟ سو اس بارے میں علماء کی دو آراء ہیں۔

اباحت کا حکم منسوخ ہے :

علامہ طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ خروج النسائ للجماعات کا حکم ابتدائ اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا، چنانچہ اعلائ السنن میں ہے :"''اس پر وہ بات وارد ہوتی ہے جو امام طحاویؒ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی تعداد کو بڑھانے کے لیے نمازِ عید کے لیے عورتوں کا نکلنا ابتداء اسلام میں مشروع تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا[22] میں (علامہ عثمانیؒ) کہتا ہوں کہ علامہ طحاویؒ کی تائید وہ حدیث مرفوع بھی کرتی ہے جو ام حمید اور ام سلمہ سے مروی ہے اور جس کو ہم باب منع النسائ عن الحضور فی المساجد میں ذکر کر چکے ہیں اور حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی کہ اگر آپ ﷺ عورتوں کے ان کرتوں کا مشاہدہ فرماتے جو اَب عورتوں نے ایجاد کی ہیں، تو آپ ﷺ ضرور ان کو مساجد میں آنے سے منع فرماتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا۔[23]

عمدۃ القاری میں ہے ": امام طحاویؒ نے کہا کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ عورتوں کو عید گاہ لے جانے کا حکم ابتدائِ اسلام پر محمول ہو جب مسلمان کم تھے تو ان کو لانے کا حکم اس لیے تھا تا کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو اور دشمن پر ان کا رُعب و دبدبہ طاری ہو۔ رہا اس زمانہ میں تو ان کے لانے میں کوئی ضرورت داعی نہیں ہے۔ کرمانیؒ نے کہا کہ: امام طحاوی کی یہ رائے مردود ہے کیونکہ نسخ کے لیے منسوخ کی مقدمیت اور ناسخ کی متاخریت کا جاننا ضروری ہے اور یہ کہ نسخ یقین کے بغیر ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ عورتوں کے آنے سے دشمن پر کوئی رُعب و دبدبہ طاری نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ علامہ کرمانیؒ کا رد ہی مردود ہے۔ کرمانیؒ کا یہ کہنا کہ عورتوں کی وجہ سے دشمن پر رُعب طاری نہیں ہوتا ہے" مسلم نہیں ہے کیونکہ عورتوں کی وجہ سے تعداد بڑھتی ہے اور دشمن کثرتِ تعداد ہی سے خائف ہوتا ہے، بلکہ عورتوں میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جو کئی اُن مردوں سے قوی ہیں جن کے قدم میدانِ جنگ میں اکھڑتے ہیں۔ کرمانیؒ کا یہ کہنا کہ "عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے ہیں، بلکہ نفیرِ عام کے وقت سب لوگوں پر جہاد ہوتا ہے یہاں تک عورت شوہر کی اجازت اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نکل سکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ام عطیہؓ نے نبی ﷺ کی وفات جانے کا فتویٰ دیا تھا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی (تو معلوم ہوا کہ خروج النسائ الی المساجد والا حکم باقی ہے) اور میدانِ جنگ میں عورتوں سے مدد بہم پہنچانا اس کے ضُعف کی دلیل ہے۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ یہ حضرت عائشہؓ ہیں جس نے صراحتاً کہا کہ اگر آپ ﷺ ان کرتوتوں کو ملاحظہ فرماتے جو اَب عورتوں نے ایجاد کیے ہیں تو ضرور صراحتاً اُن کو منع فرماتے (ورنہ ضمناً ممانعت فرما چکے ہیں۔ راقم) جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا دیا گیا"۔ جب خروج النسائ الی المساجد کے بارے میں یہ حکم ہے تو خروج الی المصلیٰ (عید گاہ) کے بارے میں بطریق اولیٰ یہی حکم ہو گا۔ تو یہ کہنے والا کیسے کہتا ہے کہ ام عطیہؓ کی مخالفت کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے (بلکہ حضرت عائشہؓ سے مخالفت ثابت ہے) اور ام عطیہؓ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے برابر کیسے ہو سکتی ہیں!!! عورتوں کا ابتدائِ اسلام میں عید گاہ آنا اُن سے مدد حاصل کرنے کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ دشمن پر رُعب ڈالنے کی وجہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا تھا......"۔[24]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں : "کہا جاتا ہے کہ یہ اجازت اس زمانہ (عہدِ نبوی) کے ساتھ خاص تھی کیونکہ اس وقت عورتیں فتنہ سے محفوظ تھیں، بخلاف آج کل کہ اب محفوظ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا...... اگر حضرت عائشہ کے زمانہ میں حالات اتنے بگڑ چکے تھے کہ اُن کو یہ کہنا پڑا تو آج کل کا کیا کہنا کہ جب فتنہ وفساد عام ہو گیا ہے، ہر چھوٹا، بڑا معاصی میں مبتلا نظر آتا ہے۔ اللہ ہی سے ہم معافی و توفیق مانگتے ہیں"۔[25]

درس ترمذی میں ان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ: "امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو نماز کے لیے نکلنے کا حکم ابتدائِ اسلام میں دشمنان کی نظروں میں مسلمانوں کی کثرت ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا تھا اور یہ علت اب باقی نہیں رہی، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس علت کی وجہ سے بھی اجازت ان حالات میں تھی جبکہ امن کا دور دورہ تھا۔ اب جبکہ دونوں علتیں ختم ہو چکی ہیں، لہذا اجازت نہ ہونی چاہیے...... چنانچہ علماء متاخرین کا فتویٰ اسی پر ہے کہ اس زمانے میں ان کا مساجد کی طرف نکلنا درست نہیں"۔[26]

المحیط البرھانی میں ہے :

"ابتداء اسلام میں اس حدیث کی وجہ سے عورتوں کے لیے نماز باجماعت کے لیے نکلنے کی اباحت تھی، اور حکم تھا کہ جب نکلیں تو خوشبو وغیرہ لگا کر نہ نکلیں، پھر ان کو جماعت میں شرکت سے منع کیا گیا کیونکہ اسے فتنہ پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ [27]

فتاویٰ رحیمیہ میں رسائل الارکان کے حوالہ سے منقول ہے :"...اور عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت اُن کے زمانہ کے اعتبار سے تھی، لیکن آج مرد اور عورتوں کے اختلاط کی وجہ سے فتنہ کا ہونا غالب ہے ......اس زمانہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو فتنہ وفساد کا زمانہ ہے۔ اس لیے آج یہی مناسب ہے کہ ان سے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو اور اُن کے لیے جماعت میں حاضر ہونا ممنوع ہو، اس لیے کہ اَز روئے نص اُن پر جماعت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری نہیں اور قرآن وحدیث کے پیش نظر فتنوں سے احتراز کرنا واجب ہے اور اس پر اجماع منعقد ہے کہ جو کسی حرام چیز کا سبب بنے، وہ بھی حرام ہے"۔ [28]

اباحت کا حکم مخصوص بالشرائط ہے:

جمہور علماءِ امت کی رائے یہ ہے کہ خروج النسائ الی المساجد والی احادیث منسوخ تو نہیں ہیں، البتہ معلوم بالعلۃ اور مشروط بالشرائط ہیں اور وہ "علت اور شرط "خوفِ فتنہ ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے عہدِ مبارک کے بعد صحابہ کرام کے سامنے ہی حالت بدل گئی اور فتنہ وفساد وبدنیتی شروع ہوگئی، چنانچہ فتح الباری میں ہے: "بنی اسرائیل کی عورتوں کا مسجدوں سے روکا جانا اس حدیث سے ثابت ہے جو عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ بواسطہ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کے پاؤں بنالیتی تھیں تاکہ ان پر اونچی ہو کر مسجدوں میں مردوں کو جھانکیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسجدیں حرام کر دیں اور حیض اُن پر مسلط کر دیا۔ یہ روایت اگرچہ حضرت عائشہؓ پر موقوف ہے، لیکن مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ ایسی بات محض رائے اور قیاس سے نہیں کہی جاتی"۔ [29]

تو ان فتنوں، بدنیتوں اور معاشرتی برائیوں کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا تو عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شکایت کی کہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے مساجد میں ہماری حاضری پر پابندی عائد کی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا:

لو علم النبی ﷺ ما علم عمر ما أذن لَکُنَّ فی الخروج۔ [30]

ترجمہ: اگر حضور ﷺ کو اس چیز (فتنہ) کا علم ہوتا جو اَبھی عمرؓ کو ہوا ہے تو کبھی تمہیں خروج کی اجازت نہ دیتے۔

عنایہ شرح ہدایہ میں خروج النساء الی المساجد کے منع کی بہترین وجہ بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ قرن اول (عہدِ صحابہ) میں عورتوں کے لیے مسجد جانا مباح تھا پھر جب ان کا جانا فتنہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنا کہ منافقین جان بوجھ کر قصداً دیر سے مسجد آتے تاکہ عورتوں کے ستر (عورت) کو دیکھیں تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿و لقد علمنا المستقدمین منکم و لقد علمنا المستأخرین﴾ تو عمرؓ نے عورتوں کے مسجد آنے کو منع کیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جو کچھ عمرؓ کو معلوم ہے، وہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوتا تو آپ ﷺ ضرور تمہیں خروج کی اجازت نہ دیتے"۔ [31]

وقوعِ فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کرنا شرائع ماقبلنا سے بھی ثابت ہے اور شرائعِ ماقبلنا کا وہ حکم جس کا مخالف حکم ہماری شریعت میں ثابت نہ ہو، وہ ہماری لیے واجب الاتباع ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے نہ اس کا مخالف ثابت ہے، بلکہ وقوعِ فتنہ کا علت ہونا خود اس حدیث سے ثابت ہے:

عن ابی ھریرۃ ﷺ، قال: قال رسول اللہ ﷺ: أیما امرأۃ اصابت بخوراً فلا تشھد معنا العشاء الآخرۃ[32]

ترجمہ: جو عورت خوشبو لگائے، وہ ہمارے عشاء کی نماز میں میں شریک نہ ہو۔

خوشبو کا باعثِ فتنہ وفساد ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اس لیے عورتوں کو خوشبو استعمال کر کے مساجد میں آنے سے روکا گیا۔

محدث سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: "اس زمانہ میں عورتوں نے مساجد میں جانے کے وقت جو زیب وزینت اختیار کر رکھی ہے، آپ ﷺ اس حالت کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں ضرور صراحتاً منع فرمادیتے، اگرچہ ضمناً منع فرما چکے ہیں جیسا کہ حدیثِ متقدم میں اپنے ارشاد "لیکن وہ میلی کچیلی ہو کر نکلیں" میں ارشاد فرما چکے ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل (زیب وزینت اختیار کرنے کے وقت) روک دی گئی تھیں"۔[33]

الغرض یہ پابندی اس لیے لگائی گئی کہ وہ خروج النسائ الی المساجد کا حکم مشروط بشرطِ "عدمِ فتنہ" اور معلول بعلتِ "عدمِ فتنہ" تھا۔ جب فتنہ رونما ہونے لگا، عورتوں کی فسادکاریاں معرضِ وجود میں آگئیں تو صحابہ کرام نے انتفائے شرط اور انتفائے علت کی وجہ سے ان کے مساجد میں آنے پر پابندی لگائی کیونکہ یہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ "اذا فات الشرط، فات المشروط" اور "انتفاء الحکم بانتفاء العلۃ" ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں:

لا یقال: ھذا حینئذ بالتعلیل؛ لأنا نقول: المنع یثبت حینئذ بالعمومات المانعۃ من التفتین، او ھو من باب الاطلاق بشرط، فیزول بزوالہ کانتھائ الحکم بانتھائ علتہ[34]

ترجمہ: یہ نہ کہا جائے کہ یہ ممانعت تو قیاس ورائے کے ذریعہ سے ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ تب تو ممانعت اُن شرعی عمومات سے ثابت ہوگی جو فتنہ سے روکنے سے متعلق ہیں۔ یا وہ مقید ومشروط تھا جب شرائط فوت ہوئیں تو وہ اجازت بھی ختم ہوئی گویا انتہائے حکم بانتہائے علت کے قبیل سے ہے۔

علامہ ظفر عثمانیؒ فرماتے ہیں" : وعلتہ احتمال الفتنۃ ولو بعیداً، فلو کان الاحتمال قریباً متوقعاً أو حاصلاً واقعاً کان الأمر اشد، ویکون ذلك الأفضل متعیناً واجباً۔ ومن ثم منع الصحابۃ ﷺ خروجھن کما فی حدیث عائشۃ وأبی عمرو....."۔[35]

ترجمہ: اس ممانعت نساء عن المساجد کی علت احتمالِ فتنہ ہے اگرچہ دور ہو۔ اگر وقوعِ فتنہ قریب ہو یا فتنہ کا احتمال واقع اور حاصل ہو تو ممانعت کا حکم اور سخت ہوگا اور وہ افضل حکم (عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا) واجب ومتعین ہو جائے گا۔ اسی خوفِ فتنہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کیا جیسا کہ حدیث عائشہؓ وابی عمرو میں ہے۔

علامہ سہارنپوریؒ لکھتے ہیں": ابن حجرؒ نے فرمایا کہ علامہ نوویؒ اور علامہ زرکشیؒ کی تحقیق احکام مساجد کے بابت یہ ہے کہ جب عورتوں کے نکلنے کی وجہ سے مسجد یا راستہ میں مردوں اختلاط لازم آجائے یا ان کی زیب وزینت اختیار کر کے نکلنے کی وجہ سے فتنہ میں مبتلاء ہونے کا خوف

ہو تو ان کا نکلنا حرام ہو گا۔ ایسی صورت میں شوہر، امامِ وقت یا اس کے نائب و قائمقام کے لیے عورتوں کو مساجد آنے سے روکنا واجب ولازم ہو گا۔ شرح النقایہ للالیاس میں ہے کہ جیسا کہ نوجوان عورت کا ہر جماعت کی نماز میں مسجد آنا کہ یہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے مکروہ ہے...... آج کل ظہور فتنہ و شیوع فساد کی وجہ سے سب نمازوں میں عورتوں کا نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب نماز کے لیے ان کا نکلنا مکروہ ہے تو مجالس وعظ میں بطریق اولیٰ مکروہ ہو گا خصوصاً ان جاہل نما واعظوں کے مجالس وعظ میں جنہوں نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے"۔[36]

روح المعانی میں ہے "اور کبھی ان کا نکلنا حرام ہو گا، بلکہ گناہ کبیرہ ہو گا جیسے کہ ان کا زیارتِ قبور کے لیے نکلنا جب فتنہ بڑھ جائے اور عورتوں کا مساجد آنا جب انہوں نے خوشبو لگا رکھی ہو اور زیب وسنگار اختیار کی ہو جب فتنہ وفساد متحقق ہو۔ البتہ جب فتنہ کا گمان ہو تو ان کا نکلنا حرام تو ہو گا لیکن گناہِ کبیرہ نہیں ہو گا۔ رہے وہ مواضع جن کے لیے نکلنا جائز ہے تو وہ یہ ہیں: حج کے لیے نکلنا، والدین کی زیارت وملاقات کی غرض سے نکلنا، مریضوں کی عیادت کے لیے نکلنا، قریبی رشتہ داروں کی تعزیت کے لیے نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ یاد رہے کہ ان مواضع میں نکلنا اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہے جو اپنی جگہ میں (فقہ) میں مذکور ہیں"۔[37]

ہماری معلومات کی حد تک سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس فرمان عمری پر من وعن عمل کیا اور کسی بھی صحابی سے اس پر نکیر یا اس کی مخالفت سے ہم واقف نہیں ہیں، چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

لم يثبت عن احد من الصحابة مخالفتها، واين عطية من عائشة رضى الله تعالىٰ عنها[38]

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی مخالفت کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے اور ام عطیہؓ عائشہؓ کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کچھ روزِ جمعہ کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالتے تھے۔ ظاہر ہے یہ حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوتا تھا، لیکن کسی بھی صحابی سے نکیر ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے: ابن مسعود يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد۔[39]

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالتے تھے۔

اسی طرح کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

عن ابى عمرو الشيبانى انه رأى عبدالله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة، ويقول: اخرجن الى بيوتكن خير لكن۔[40]

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور فرماتے کہ اپنے گھروں کو جاؤ تمہارے لیے گھر ہی بہتر ہے

جب یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف اس حکم عمری پر عمل کیا بلکہ خود عورتوں کو زبردستی سے مساجد سے نکالا تو اس سے صحابہ کرام کا اجماعِ سکوتی ثابت ہوا اور اجماع صحابہ سے قرآن کا حکم بھی ساقط ہو تا ہے، جیسے: موَلفۃ القلوب زکوۃ کے مصارف ثمانیہ" میں شامل ہے، لیکن عہدِ فاروقی میں اجماعِ صحابہ سے مصارف زکوٰۃ سے ساقط ہوا۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے دیکھا کہ اب عورتوں کا مسجدوں میں آنا کا فتنہ سے خالی نہیں رہا، اگرچہ برقع، چادر لپیٹ کر آئیں تو ان حضرات نے باجماع واتفاق عورتوں کو مسجدوں کی جماعت میں آنے سے روک دیا..."[41]

نیز کسی صحیح السند حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس صحیح السند والمتن حدیث پر سب صحابہ کرام یا اکثر صحابہ کرامؓ عمل کریں اور اختلاف کے وقت اس سے استدلال واحتجاج بھی کریں۔ اگر کوئی حدیث باوجود اس کے سنداً ومتناً صحیح بھی ہو، لیکن صحابہ کرامؓ نے بوقتِ اختلاف معلوم ہونے کے باوجود اس سے استدلال واحتجاج نہ کیا ہو تو وہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود قابلِ عمل نہیں رہتی ہے۔ [42]

متقدمین احنافؒ کا فتویٰ :

انہی اسباب ودواعی کی بنائ پر عہدِ صحابہؓ ہی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا تھا، البتہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کے بارے میں کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ان کو نہیں روکا گیا، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے ایسی بوڑھی عورتوں کے بارے کہا ہے کہ وہ رات کی نمازوں میں مسجد آسکتی ہیں اور صاحبینؒ نے تمام اوقات میں اس کی اجازت دی، چنانچہ ہدایہ میں ہے" : اور عورتوں کا نمازِ باجماعات میں شریک ہونا مکروہ ہے "۔یعنی عورتوں سے مراد نوجوان عورتیں ہیں کیونکہ ان کے آنے سے فتنہ میں مبتلائ ہونے کا اندیشہ ہے۔ البتہ بوڑھی عورت، فجر، مغرب اور عشاء میں آسکتی ہے۔ یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بوڑھی سب نمازوں میں آسکتی ہے کیونکہ اس کی طرف میلان کم ہونے سے فتنہ کا احتمال نہیں ہے، لھذا اس کے لیے آنا مکروہ نہیں ہو گا"۔ [43]

متاخرین احناف کا فتویٰ :

لیکن بعد میں بوڑھی عورتیں بھی فتنوں سے محفوظ نہ رہیں تو علماء نے مطلقاً عورتوں کے مساجد ومجامع میں آنے پر پابندی عائد کی، چنانچہ علامہ رافعیؒ فرماتے ہیں:

" لکن من اطلق ،قال:لکل ساقطۃ لاقطۃ ۔ واذا کانت الفساق تتبع البھائم ،والموتیٰ فی القبر فلأن تتبع العجائز الفانیۃ أولیٰ ۔ فکل تکلم علیٰ حسب حالہ ،وما یتعاھد فی اھل عصرہ ،ومن اتسع اطلاعہ ، منع الکل،ھو الصواب ،و یشھد لہ حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا حیث قالت: لو رأیٰ رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعھن المساجد'' ولم تفصل۔ اھ۔ رحمتی "۔ [44]

ترجمہ: جس نے مطلقاً منع کیا، اس نے دلیل میں یہ کہا کہ ہر پڑی چیز کو کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے۔ جب(اس دور کے) فساق وفجار جانوروں اور قبروں میں مردوں تک کا پیچھا کرتے ہیں تو بوڑھی عورتوں کے بطریق اولیٰ پیچھا کریں گے۔(فتویٰ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ)ہر ایک فقیہ نے اپنے زمانے اور حالت کے مطابق فیصلہ کیا اور جو اپنے زمانے سے بخوبی واقف تھا، اس نے سب کے منع کرنے کا فتویٰ دیا اور یہی فتویٰ درست ہے اور اسی کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی (جوان اور بوڑھی میں کوئی فرق نہیں کیا"۔

متاخرین کا فتویٰ مذہبِ امام کے خلاف نہیں ہے :

متاخرین فقہائے احناف نے جو مطلقاً عدم جواز خروج النساء الی المساجد کا فتویٰ دیا، وہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے، جیسا کہ صاحبِ البحر الرائق نے کہا ہے، بلکہ اس کے مطابق ہے۔ صاحب بحر کا اعتراض کا اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:" کہا جاتا ہے کہ یہ فتویٰ جسے متاخرین نے اختیار کیا ہے، امام صاحب اور صاحبین کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک نمازِ ظہر، عصر اور نمازِ جمعہ کے

علاوہ باقی سب نمازوں میں بوڑھی عورتیں جاسکتی ہیں۔ صاحبینؒ کے نزدیک بوڑھی عورتیں سب نمازوں میں جاسکتی ہیں۔ ہدایہ و مجمع میں ایسا ہی ہے۔ لہٰذا بوڑھی عورتوں کے سب نمازوں میں منع کرنے کا فتویٰ دینا سب کے مذاہب کے خلاف ہے، لہٰذا معتمد بہ امام صاحب کا قول ہے"[45]

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں " : النھر الفائق میں ہے کہ صاحبِ بحر کا اعتراض درست نہیں ہے، بلکہ متأخرین کا منع کرنا امامِ صاحب کے قول ہی سے مأخوذ ہے۔ وہ یہ کہ قیام حامل کی وجہ سے ان کو منع کیا۔ اور وہ باعث شہوت ہے۔ مغرب کے وقت فساق وفجار کھانا کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور عشاء اور صبح کے وقت سوئے ہوتے ہیں (اس لیے ان بوڑھیوں کا نکلنا باعثِ فتنہ وفساد نہیں ہو گا، لھذا ان کا نکلنا جائز ہو گا) لیکن ہمارے زمانے میں فساق وفجار ان اوقات میں جاگے اور فارغ البال ہوتے ہیں، بلکہ عورتوں کے تاک میں ہوتے ہیں، لہٰذا بوڑھی عورتوں کو منع کرنا اظہر من الشمس ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں جو لطیف توریہ ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ شیخ اسماعیل نے کہا کہ وہ بہت عمدہ کلام ہے"۔[46]

علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں" : علتِ مذکورہ کی وجہ سے غیر متزینہ عورتوں کو رات کے وقت آنے سے بھی روک دیا کیونکہ فساق کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اگر چہ نص سے رات کے وقت آنے کی اباحت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں فساق رات کے اوقات میں عورتوں کی تاک میں ہوتے ہیں۔ علتِ مذکور کی وجہ سے امام صاحب کے مذہب کے مطابق بوڑھی عورتوں کو رات کے وقت منع کرنا چاہیے نہ کہ صبح کے وقت کیونکہ صبح کے وقت فساق وفجار سوئے ہوتے ہیں لیکن متأخرین احنافؒ نے غلبۂ فساق کی وجہ سے سب اوقات میں منع کرنے کا فتویٰ دیا۔[47]

انہی اسباب ودواعی کی بناء پر علمائے احناف (کثر اللہ سوادھم) اس کے قائل ہیں کہ عورتوں کے لیے اب اجازت نہیں ہے کہ وہ جماعتوں میں حاضر ہوں، بلکہ ان کو گھروں میں نماز پڑھنا آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تو اَفضل اور بہتر تھا، لیکن اَب ضروری ہو گیا ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :"اس زمانے کی عورتوں نے جو بدعات ومنکرات ایجاد کی ہیں، خصوصاً مصر کی عورتوں نے۔ اگر حضرت عائشہؓ اُن کو دیکھتیں تو نہایت شدت سے انکار فرماتیں...... حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد حضور انور ﷺ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے جبکہ اس زمانے میں عورتوں نے جو منکرات ایجاد کی ہیں، وہ اس زمانہ کی عورتوں کی ایجاد کردہ منکرات کے مقابلہ میں ہزارواں حصہ بھی نہیں تھیں"۔[48]

الغرض عہدِ فاروقی سے لے کر عصرِ حاضر تک تمام فقہاء ومحدثین احناف اس پر متفق ہیں کہ عورتوں کا نماز باجماعت پڑھنے کے لیے مساجد کا رخ کرنا ناجائز ہے اور کسی معتمد علماء سے اس کا خلاف منقول نہیں ہے۔[49]

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:""جواب: عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں اور عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لیے مجالس وعظ اور جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے......"۔[50]

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:"اس پُر فتن زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں وعید گاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں کیونکہ جماعت اُن کے حق میں موکد نہیں ہے۔ پس کس قدر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو عورتوں کو مسجد میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کی تعلیم اور مرضی

اور منشأ کے خلاف حکم کرتے ہیں۔ یعنی عورتوں کا مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا نہ سنت ہے، نہ واجب ہے، نہ فرض ہے اور نہ افضل ہے، بلکہ مکروہ تحریمی ہے"۔[51]

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

"عورتوں کا مساجد میں نماز باجماعت کے لیے جانا فسادِ زمانہ اور خوفِ فتنہ کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے"۔[52]

مظاہر حق میں ہے:

"پھر خیر القرون میں نکلنا چادروں میں اچھی طرح لپیٹ کر چھپ کر نکلنے کے ساتھ مشروط تھا تو آج کے دور میں عورتیں اتنا باریک اور چست لباس پہنتی ہیں کہ ان کا بدن صاف جھلکتا ہے اس کے باوجود ان کو گھروں سے نکالنے پر اصرار کرنا سوئے گمراہی کے اور کیا ہو سکتا ہے"[53]

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی مد ظلہم العالی تحریر فرماتے ہیں: "مختصر جواب تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا بالاتفاق منع ہے...... فتویٰ: لیکن فقہائے متأخرین نے فتوے اس پر دیا ہے کہ اب بوڑھی عورتوں کے لیے بھی نماز کے لیے مسجد میں آنا مطلقاً ممنوع ہے، نہ دن میں جائز ہے نہ رات میں (شامی ص ۵۲۹ ج ۱) کیونکہ حضرت عائشہؓ کے ارشاد سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عہدِ رسالت میں اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط تھی کہ فتنہ کا خوف نہ ہو، لہذا جس صورت میں فتنہ کا خوف ہو گا، اسے ناجائز ہی قرار دیا جائے گا اور اس زمانہ میں حالات اتنے بگڑ چکے ہیں، فساق وفجار کی درندگی اور دیدہ دلیری سے معمر خواتین بھی مامون نہیں رہیں"۔[54]

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: "عورتوں کا مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے کوئی نماز مستثنیٰ نہیں۔ خاص طور پر مردوں کی تلاوت قرآن کا مقصد موجودہ حالات میں زیادہ تر حسن صوت ہوتا ہے جو اور زیادہ موجبِ فتنہ ہے"۔[55]

حوالہ جات

[1]الاحزاب 33:33

[2]القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد(1964ء)، الجامع لاحکام القرآن، القاھرۃ: دار الکتب المصریۃ، ج14، ص180

[3]ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن خزیمہ (ندارد)، صحیح ابن خزیمۃ، بیروت: المکتب الاسلامی، باب اختیار صلاۃ المرأۃ فی بیتھا، ج3، ص93، حدیث نمبر 1685

[4]النووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، (طبع ثانی:1392ھ) المنہاج شرح صحیح المسلم، بیروت: دار احیاء تراث العربی، باب خروج النساء الی المساجد، ج4، ص161

[5]ابن الہام، محمد بن عبد الواحد السیواسی، (ندارد)، فتح القدیر بشرح الھدایۃ، بیروت: دار الفکر، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ا، ص365

[6]النیشاپوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، (ندارد)، الجامع الصحیح، بیروت: دار احیاء التراث العربی، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الٰی المساجد، ج ا، ص328

[7]عظیم آبادی، محمد اشرف بن امیر بن علی، (1415ھ)، عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، ج2، ص192

[8]ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، (ندارد)، السنن، بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، باب فتنۃ النساء، ج2، ص1326، حدیث 4001

[10]ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث، (ندارد)، السنن، بیروت: المکتبۃ العصریۃ صیدا، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، ج2، ص369، حدیث 5272

[11]بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (1422ھ)، اجامع الصحیح، مصر: دار طوق النجاۃ، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ج1، ص172

[12]بخاری، باب وقت الفجر، ج1، ص120، حدیث578

[13]النیشاپوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، (ندارد)، الجامع الصحیح، بیروت: دار احیاء التراث العربی، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ج1، ص326

[14]بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، (ندارد)، الجامع الصحیح، مصر: دار طوق النجاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، ج1، ص172

[15]ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (ندارد)، السنن، بیروت: المکتبۃ العصریۃ صیدا، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، ج2، ص369

[16]النیشاپوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، (ندارد)، الصحیح الجامع، کتاب الصلاۃ، باب امر النساء المصلیات، ج1، ص336

[17]کشمیری، مولانا محمد انور شاہ، (ندارد)، فیض الباری بشرح صحیح البخاری، کراچی: جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال، ج2، ص322

[18]البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، (2003ء)، السنن الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، کتاب الصلاۃ، جماع ابواب اثبات امامۃ المرأۃ وغیرھا، باب خیر مساجد النساء قعر بیوتھن، ج3، ص187

[19]الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، (ندارد)، المعجم الاوسط، القاہرۃ: دار الحرمین، ج9، ص48

[20]ابو عبداللہ الامام احمد بن حنبل، (2001ء)، مسند الامام احمد بن حنبلؒ، بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ج45، ص37

[21]ابن حنبل، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، (طبع اولی: 1421ھ / 2001ء)، مسند احمد ابن حنبل، بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ج14، ص398

[22]العینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد، (ندارد)، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، کتاب العیدین، باب اذا لم یکن لھا جلباب فی العیدین، ج6، ص303

[23]عثمانی، مولانا ظفر احمد، (ندارد)، اعلاء السنن، کوئٹہ: مکتبہ علمیہ کاسی روڈ، وجوب صلاۃ العیدین، ج5، ص2379

[24]العینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد، (ندارد)، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب اذا لم یکن لھا جلباب فی العیدین، ج6، ص303

[25]عمدۃ القاری، کتاب العیدین، باب خروج النسائ والحیض الی المصلیٰ، ج6، ص296

[26]عثمانی، مفتی محمد تقی، (1424ھ / 2004ء)، درس ترمذی، کراچی: مکتبہ دار العلوم کراچی، ج2، ص321

[27]البخاری، ابو لمعالی برھان الدین محمود بن احمد، (2004ء)، المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الفصل السادس فی صلاۃ العیدین، ج2، ص201

[28]لاجپوری، مفتی عبد الرحیم، (2003ء)، فتاویٰ رحیمیہ، کراچی: دار الاشاعت، ج6، ص164

[29]ابن حجر، ابو الفضل احمد بن حجر العسقلانی، (1379ھ)، فتح الباری، بیروت: دار المعرفۃ، باب خروج النسائ الی المساجد باللیل والغلس، ج2، ص350

[30]البابرتی، اکمل الدین محمد بن محمد، (ندارد)، العنایۃ شرح الھدایۃ، بیروت: دار الفکر، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج1، ص365

[31]ایضا

[32]النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، (طبع ثانی 1986ء)، السنن، حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ج8، ص190

[33]سہارنپوری، مولانا خلیل احمد، (ندارد)، بذل المجھود فی حل ابی داؤد، کراچی: قدیمی کتب خانہ، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذٰلک، ج4، ص111

[34]ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی، (ندارد)، فتح القدیر، بیروت: دار الفکر، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج1، ص365

[35]اعلاء السنن: 3 / 1321، باب منع النساء عن الحضور فی المساجد بذل المجھود، باب التشدید فی ذٰلک، ج4، ص110

[36]آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی، (طبع اولیٰ 1415ھ)، روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم والسبع المثانی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج11، ص188

[37]العینی، بدر الدین محمود بن احمد، (ندارد)، عمدۃ القاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ج6، ص303

[38]ابن ابی شیبۃ، ابو بکر بن ابی شیبۃ، (طبع 1409ھ)، المصنف، الریاض: مکتبۃ الرشد، باب من کرہ ذٰلک، ج2، ص157

[39]الصنعانی، ابو بکر بن عبد الرزاق ابن ہمام، (1403ھ)، المصنف، ہندوستان: المجلس العلمی، باب من تجب علیہ الجمعۃ، ج3، ص173

[40] محمد شفیع، مفتی (2003ء)، معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف ج7، ص208

[41] اخسیکثی، حسام الدین محمد بن محمد عمر، (1436ھ)، منتخب الحسامی، کراچی: مکتبۃ البشریٰ، ص146

[42] المرغینانی، برھان الدین ابو بکر بن علی، (ندارد)، الھدایۃ فی شرح البدایۃ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، باب الامامۃ، ج1، ص58

[43] رافعی، عبد القادر، (ندارد)، تقریرات الرافعی علی حاشیۃ الدر المختار، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، کتاب الامامۃ، ج2، ص367

[44] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، (ندارد)، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، حضور النساء الجماعات، بیروت: دار الکتاب الاسلامی، ج1، ص380

[45] ابن عابدین، محمد امین بن محمد عمر، (طبع ثانی: 1412ھ / 1992ء)، رد المحتار، بیروت: دار الفکر، باب الامامۃ، مطلب: اذا صلیٰ الشافعی قبل الحنفی، ج1، ص566

[46] فتح القدیر، ج1، ص663، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الفکر بیروت (ندارد)

[47] عمدۃ القاری، باب خروج النساء الی المساجد، ج6، ص851 (نیز دیکھیے: العینی، بدر الدین محمود بن احمد) طبع 1420ھ / 1991ء، شرح سنن ابی داود، الریاض: مکتبۃ الرشد، باب فی خروج النساء الی المساجد، ج3، ص54

[48] الحصکفی، علاؤالدین محمد بن علی، (1992ء) الدر المختار علی ھامش رد المحتار، بیروت: دار الفکر، باب الامامۃ، ج1، ص566، البحر الرائق، بیروت: دار الکتاب الاسلامی، باب الامامۃ، ج1، ص386

[49] ابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی، (ندارد)، فتح القدیر، بیروت: دار الفکر، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج1، ص366۔ العینی، بدر الدین محمود بن احمد، (1420ھ / 2000ء)، البنایۃ فی شرح الھدایۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج2، ص355۔ الزیلعی، عثمان بن علی، (طبع اولیٰ: 1313ھ)، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، القاھرۃ: المطبعۃ الامیریۃ بولاق، باب الامامۃ، ج1، ص: 139، کاسانی، ابو بکر علاؤالدین بن مسعود، (1986ء)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج1، ص275۔ ملا خسرو، محمد بن فراموز بن علی، درر الحکام شرح غرر الاحکام، دار احیاء الکتب العربیۃ، باب جماعۃ النساء وحدھن، ج1، ص86۔ الموصلی، (1356ھ / 1937ء)، الاختیار لتعلیل المختار، القاھرۃ: مبطعۃ الحلبی، باب صلاۃ الجماعۃ، ج1، ص59۔ الزحیلی، الدکتور، وہبہ بن مصطفیٰ، (طبع دوازدہم: ندارد)، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، حضور النساء الی المساجد، ج2، ص1172۔

[50] دہلوی، مفتی کفایت اللہ، (1434ھ)، کفایت المفتی، کراچی: ادارۃ الفاروق شاہ فیصل کالونی، ج4، ص345

[51] لاجپوری، مفتی عبد الرحیم، (2003ء)، فتاویٰ رحیمیہ، کراچی: دار الاشاعت، ج5، ص58

[52] لدھیانوی، مولانا محمد یوسف، (1995ء)، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کراچی: مکتبہ لدھیانوی، ج4، ص150

[53] دہلوی، نواب قطب الدین خان، (ندارد)، مظاہر حق جدید اردو شرح مشکوۃ المصابیح، لاہور: مکتبۃ العلم، ج1، ص290

[54] عثمانی، مفتی محمد رفیع، (1424ھ / 2003ء)، نوادر الفقہ، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ج1، ص270

[55] عثمانی، مفتی محمد تقی، (2015ء)، فتاویٰ عثمانی، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ج1، ص174